رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان
قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

بابت ماہ فروری ۱۹۲۱ء مطابق جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

فہرست مضامین

مباحثہ چنیوٹ — مابین مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی / مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی — ۱–۳۲

شیعہ مجتہدین وفات مسیح کا اقرار کرتے ہیں۔ مرزا کبیر الدین احمد صاحب — ۳۳–۳۴

قلب سلیم کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا مکتوب — ۳۵–۴۰

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع
(ضیاء الاسلام)
قادیان دارالامان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام ... نے
شائع کیا

ماہ فروری کا رسالہ

۱۔ یہ رسالہ اکثر احباب کی خدمت میں بذریعہ وی پی ارسال کیا گیا ہے۔ امید ہے وصول فرما کر ہمارے کام میں سہولیت بہم پہنچائینگے اور اپنا فرض ادا کرینگے۔

۲۔ صادقوں کی روشنی جس میں الوصیت کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر جو اعتراضات تھے ان کا جواب حضرت خلیفہ ثانی کے قلم سے ہے عہ کو مل سکتی ہے (ب) شیعہ کتب کی بناء پر امام آخر الزمان کی صداقت کا ثبوت ۸ ر پر منگا لیجئے اور (ج) حضرت خلیفہ اولؓ کے درس رمضان کے نوٹوں کا مجموعہ اب ایک روپیہ پر ملے گا۔

۳۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اسلام کے اصولی عقائد (اللہ تعالیٰ۔ ملائکہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ آخری نبی رسول ہیں۔ قرآن کریم الہامی کامل کتاب ہے۔ قرآن مجید کے بعد الہام کا سلسلہ جاری ہے قیامت کا ثبوت) پر جو دلائل قرآن مجید نے دیئے ہیں وہ خود بھی اپنے اپنے ذہنوں میں محفوظ کریں اور بچوں کو یاد کرائیں۔ اسکے لئے بہترین اور واحد کتاب براھین العقائد ہے جو ۸ ر پر احمدیہ کتاب گھر قادیان سے مل سکتی ہے۔

۴۔ ۱۷ جنوری کے اخبار نور میں پروفیسر رام دیو کے اس حملہ کا جواب دیا گیا جو صاحب موصوف نے اپنے جلسہ میں اسلام پر کیا۔

ڈاکٹر سردار محمد یوسف صاحب نے معترض کو اپنا گھر دکھایا ہے کہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے ٹھیک نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ گھر تک پہنچا دیا ہے۔ یہ مضمون نہایت مکمل جامع ہے اور جس محنت سے لکھا گیا ہے وہ اس کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ خود آریوں کی کتب اور انہی کے معتبر بزرگوں کے اقوال سے وہ عقائد و خیالات دکھا دیئے ہیں جو اسلام میں پروفیسر صاحب کو موجب اعتراض نظر آئے۔ احباب اس اخبار کی متعدد کاپیاں ۲ ر فی کاپی کے حساب سے منگوا کر اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کریں۔

تصحیح بعض صفحات رسالہ ہذا پر جنوری چھپ گیا ہے ناظرین فروری بنالیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

مباحثہ چنیوٹ

پہلا دن حیات وممات مسیح پر

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کے ساتھ ۱۷ و ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء بدھ و جمعرات مباحثہ قرار پایا اور قریباً ۹ بجہ سے لے کر ۱۲ بجہ تک وقت مباحثہ تجویز کیا گیا اور پہلے روز بحث مسئلہ حیات و وفات اور دوسرے روز صداقت دعوی حضرت مرزا صاحب پر۔ پہلی تقریر کیلئے وقت آدھ آدھ گھنٹہ اور بعد میں دس دس منٹ۔ پہلی بحث میں مدعی مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور دوسری میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ چنانچہ ۱۷ نومبر مسجد شاہی میں ہر دو فریق احمدی اور غیر احمدی جمع ہو گئے اور حسب شرائط مولوی ابراہیم صاحب حیات مسیح کے اثبات کے لیے بحیثیت مدعی کھڑے ہوئے اور پہلی اُٹھتے ہی العلم چھچھڑہ سا لغو فقرہ زبان سے بولا پھر اسکے بعد حیات مسیح کے ثبوت میں حدیث یدفن معی فی قبری والی پڑھ کر سنائی کہ چونکہ اس حدیث میں آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ مسیح میری مقبرہ میں

غیر احمدی مناظر نے حیات مسیح کا کیا ثبوت دیا

ابوبکر و عمرؓ کے درمیان دفن کیا جائے گا اور مرزا صاحب وہاں دفن نہیں ہوئے پس عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ ہیں اگر جب فوت ہوں گے تو حسب ارشاد نبوی آنحضرت کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر دفن ہوں گے۔

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کو بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ تک پڑھا اور پھر اسکے بعد ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا تک پڑھ کر اپنی تلاوت کو ختم کیا اور بل رفعہ اللہ کے فقرہ کو اثبات کے ثبوت میں بڑے زور کے ساتھ پیش کیا کہ چونکہ یہودی حضرت عیسیٰ کی نسبت غلط طور پر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔ اور قتل کا تعلق جسم کے ساتھ ہے نہ روح کے ساتھ اسلیے اللہ تعالیٰ کا جواب یہ ماقتلوہ یقیناً لیکر بل رفعہ اللہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جب انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا اور بجائے قتل کے خدا تعالیٰ نے مسیح کو قتل سے محفوظ رکھ کر اپنی طرف اٹھا لیا تو یہ اٹھانا معہ جسم تھا اسلیے کہ بل کا حرف اضرابیہ ہے جو ابطال ماقبل کے لیے آتا ہے اور اسکا مابعد پہلی جملے کے قائم مقام اسکی نقیض میں لایا جاتا ہے یعنی یہ کہ جب انہوں نے اُسے بلحاظ جسم کے قتل نہیں کیا اور خدا نے بجائے اسکے ایسے قتل کے اپنی طرف اٹھا لیا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا اُٹھانا معہ جسم کے ہی ہوگا۔ نہ بلا جسم۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر معہ جسم اُٹھائے گئے اور جب معہ جسم زندہ اُٹھائے گئے تو اس سے یہ امر بھی بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ حضرت مسیح فوت نہیں ہوئے بلکہ آجتک معہ جسم آسمان پر زندہ ہیں۔ اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ گو وقت میری پہلی تقریر کے لیے آدھ گھنٹہ تھا لیکن آدھ گھنٹہ سے میں صرف سات منٹ ہی لیتا ہوں اسلیے کہ مسئلہ کے لیے اسی قدر وقت کافی ہے ؛

احمدی مناظر کی طرف سے جواب الجواب اور وفات مسیح کے دلائل۔ } (۲) اسکے بعد جواب کے لیے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کھڑے ہوئے اور آپ نے وفات مسیح کی ثبوت میں سورہ مائدہ کی آخری آیات تلاوۃ کیں جب ثبوت دینے لگے تو مولوی ابراہیم صاحب نے گھبرائے ہوکر شور ڈالدیا کہ تم وفات مسیح کا ثبوت کیوں دینے لگے۔ صرف میری

باتوں کا جواب دو اور وفات مسیح کے ثبوت کے لیے صرف ایک آیۃ پڑھو زیادہ آیات کی ضرورت نہیں۔ تب مولوی غلام رسول صاحب راجیکے نے کہا بہت اچھا آپ جس طرح پسند کرتے ہیں میں اسی طریق سے آپ کی باتوں کا جواب دیتا ہوں۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے کہا کہ صاحبان! چونکہ مولوی ابراہیم صاحب میرے اس وقت میں صرف اپنی باتوں کا جواب مجھ سے طلب کرتے ہیں اسلیے میں پہلے آپ کی باتوں کا ہی جواب دینا شروع کرتا ہوں لیکن قبل اس کے جو میں جواب دوں یہ بات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مولوی صاحب نے جو العلم چیچڑہ کا فقرہ منہ سے نکالکر آپ صاحبان کو ہنسانا چاہا یہ انکی شان علم اور عالمانہ حیثیت کے خلاف ہونے سے ان کی ہتک کا موجب ہے۔ امید ہے کہ مولوی صاحب آئیندہ ایسی لغو حرکت سے باز رہیں گے۔ پھر مولوی صاحب نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے پہلے حدیث کا ذکر کیا اور پیچھے قرآن کریم کی آیت کو پیش کیا ہے یہ بھی حفظ مراتب کے خلاف ہے چاہیئے تھا کہ آپ قرآن کو پیش کرتے پھر حدیث کو لیکن میں جواب دینے میں مولوی صاحب کی طرح بے ترتیبی اور بے قاعدگی کو پسند نہیں کرتا اسلیے میں پہلے قرآن کی آیت پیش کردہ کا جواب دوں گا بعد میں حدیث کا۔

مولوی صاحب نے آیت وقولهم انا قتلنا الخ پڑھکر بل رفعه الله بڑی زور سے حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اس سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح اپنے جسم سمیت زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آجتک زندہ آسمان پر ہی بیٹھے ہیں۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ مولوی صاحب کا یہ استدلال قرآن کریم کی دوسری نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کی رو سے غلط اور بالکل غلط ہے۔ اس طرح پر کہ قرآن کریم میں جب مسیح علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ قریباً تیس آیات سے ثابت ہے تو پھر اسکے بعد مسیح کے لیے یہ تسلیم کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اور جسم عنصری کے ساتھ آجتک آسمان پر بیٹھے ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر قرآن شریف میں اختلاف بھی نہیں بلکہ قرآن شریف اختلاف کو مٹاتا اور تنازعات کے درمیان کامل طور پر فیصلہ کرتا ہے۔ اس تھوڑے وقت میں میں ان سب آیات کو جو وفات مسیح کے لیئے اپنے اندر ثبوت رکھتی ہیں بیان نہیں

کر سکتا البتہ بطور مثال اور نمونہ کے ایک دو آیتیں پیش کرتا ہوں پہلی آیۃ سورۂ مائدہ کے
آخری رکوع کی ہے جو اذ قال اللہ یا عیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی
وامی الٰھین الخ ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ
مسیح سے پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ خدا تعالیٰ کے سوا تم مجھے اور میری ماں
کو معبود بناؤ تب مسیح جواب میں تسبیح اور تقدیس کے ساتھ اس بات سے انکار کریں گے
اور بالآخر بتائیں گے کہ کنتُ علیھم شھیداً ما دمتُ فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم یعنی جب تک میں ان میں رہا ہوں تو انکی موحدانہ
حالتِ اعتقاد پر ہی نگران حال رہا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر بعد میری وفات
کے تو ہی ان پر نگران حال تھا۔ اس آیت میں اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ تثلیث کا
عقیدہ عیسائیوں میں حضرت مسیح کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے نہ حضرت مسیحؑ کی
زندگی میں۔ پس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہی دوبارہ آئینگے اور
وہی صلیبیں توڑینگے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ باطل عقیدہ بھی جو نصاریٰ میں موجود ہے مشاہدہ
کریں گے پھر اس علم کے ہوتے ہوئے کیا خدا کے حضور یہ بات بیان کرنا کہ قوم نصاریٰ
میں عقیدہ تثلیث میری وفات کے بعد پیدا ہوا ہے اور مجھے قطعاً اس کا علم نہیں کیا
جھوٹ اور کذب محض نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کی لاعلمی کو تسلیم کیا جائے تو پھر لامحالہ تسلیم
کرنا پڑے گا کہ آپ عقیدہ تثلیث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی وفات پا چکے۔ اب ظاہر
ہے کہ نصاریٰ میں تثلیث کا عقیدہ موجود ہے پس اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا
کہ اس عقیدہ سے پہلے حضرت مسیح بھی فوت ہوگئے وھو المقصود ؎
باقی رہا توفیتنی کو رفعتنی کے معنوں میں لینا سو اسکی تغلیط کے لیے آنحضرتؐ کی تفسیر
کافی ہے دیکھو صحیح بخاری کتاب التفسیر جہاں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد درج ہے اقول
کما قال العبد الصالح کنتُ علیھم شھیداً ما دمتُ فیھم فلما توفیتنی
کنت انت الرقیب علیھم۔ اب آنحضرتؐ کا لفظ کما کے نیچے لفظ توفیتنی کا
استعمال فرمانا اور اپنے واقعات سے توفیتنی کی تفسیر کو بیان کرنا رفعتنی کے معنوں

کی تغلیط کرتا ہے پس اس آیت کریمہ کے رو سے آنحضرت کی تفسیر سے یہ امر بخوبی بپایہ ثبوت پہنچایا گیا کہ حضرت مسیح آسمان پر نہ زندہ اٹھائے گئے اور نہ ہی مع جسدہ العنصری آسمان پر موجود ہیں بلکہ وہ خدا اور رسول کے ارشاد کے موافق فوت شدہ ثابت ہیں۔

اب میں اسکے بعد دوسری آیت پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم کیا مطلب یعنی محمدؐ صرف رسول ہیں ایسے رسول آپ سے پہلے بھی گزر چکے جو بقرینہ افان من مات او قتل۔ موت اور قتل کے ذریعہ گزرنے والے ہوئے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے وہ فوت ہو چکے اور چونکہ حضرت عیسیٰ بھی آپ سے پہلے تھے اسلیے وہ بھی فوت ہو چکے۔ (۳) پھر اس کی تفسیر میں حضرت ابوبکر کا استدلال بطور استشہاد کافی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو اسوقت حضرت ابوبکر نے صحابہؓ کے مجمع میں کھڑے ہو کر بعد تشہد فرمایا من کان یعبد محمدا فانہ قد مات ومن یعبد اللہ وحدہ فانہ حی لا یموت۔ پھر آپ نے یہ آیت وما محمد الا رسول الخ پڑھی ترجمہ حدیث یہ ہے کہ جو شخص محمدؐ کو معبود سمجھتا ہے وہ فوت ہو چکے اور ان پر موت وارد ہو گئی اور جو شخص خدائے واحد کو معبود سمجھتا ہے سو وہ زندہ رہنے والا غیر فانی ہے جس پر کبھی بھی موت نہیں آنے والی۔ اس کے بعد آیت وما محمد الا رسول کو پڑھا۔ اور جس محل کی رعایت سے پڑھا اس کے لحاظ سے صرف انہیں معنوں کو مدنظر رکھ کر کہ آپ سے پہلے رسول جب سب کے سب فوت ہو چکے ہیں تو آپ بھی رسول ہی تھے سو آپکی موت آپ کے رسول ہونیکے منافی نہیں۔ پس اس موقعہ پر صحابہؓ کرام کا پہلا اجماع بعد وفات آنحضرت جس بات پر ہوا وہ یہی بات تھی کہ آنحضرت سے پہلے جس قدر رسول تھے وہ سب کے سب فوت ہو گئے اور اگر صحابہؓ کے نزدیک حضرت مسیح کی حیات ثابت تھی تو اس وقت ان سے کوئی نہ کوئی ضرور کہتا کہ حضرت مسیحؑ جو زندہ ہیں پھر آنحضرتؐ مسیحؑ کی طرح کیوں زندہ نہ رہے لیکن انمیں سے کسی ایک کا بھی اس موقع پر نہ بولنا

اور چپ رہنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ صحابہؓ کا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ دو **شعر** پڑھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ كَانَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

ان دو شعروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت کی وفات سے یہی سمجھا تھا کہ آپ کی موت پہلے رسولوں کی موت کا قطعی ثبوت ہے جیسا کہ کسی نے فارسی میں کہا ہے۔ **شعر**

بدنیا گر کسے پاینده بودے ابوالقاسم محمدؐ زنده بودے

اب یہ دوسری آیت جو حضرت ابوبکرؓ کی تفسیر کے ساتھ پیش کی گئی ہے اس سے بھی بخوبی واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے۔

میرے خیال میں ایک مسلمان کے لیے جو قرآنی آیات کو آنحضرت اور آپ کے خلیفہ برحق کی پیشکردہ تفسیر کے ساتھ قبول کرنے کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وفات کے مسئلہ کے تنازع میں بطور فیصلہ تسلیم کرنے کو اپنے لیے اسلامی فیصلہ یقین کرتا ہے اسکے لیے اسی قدر کافی ہے۔

اب میں قرآن شریف سے ان آیات کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم سے کوئی بھی انسان ایسا نہیں جو اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جائے اور زمینی جسم کے ساتھ آسمان پر زندگی بسر کرے۔ چنانچہ پہلی آیۃ ہے وَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ إِلَىٰ حِيْنٍ۔ دیکھو سورہ بقرہ پ ۱
اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تمھارے لیے قرارگاہ زمین کو بنایا ہے اور اسی زمین میں تمھاری زندگی کا زمانہ بسر کرنا اور فائدہ اٹھانا ہے دوسری آیت جو سورۂ اعراف میں ہے یہ ہے فیها تحیون وفیها تموتون
یعنی اے بنی آدم تم اس زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں تم مرو گے۔

تیسری آیۃ سورۃ المرسلات کی ہے اور وہ یہ ہے الم نجعل الارض کفاتا احیاءً و امواتا یعنی کیا ہم نے تمہارے لیے زمین کو ہی نہیں بنایا سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو۔ پس ان آیات کی رو سے اگر حضرت مسیح زندہ ہیں تو بھی زمین میں ہونے چاہئیں اور اگر فوت شدہ ہیں تو بھی زمین میں۔ زمین سے باہر انسان ہوکر بجسدہ العنصری وہ کہیں بھی زندگی بسر نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کا یہ قانون جو آیات متذکرہ بالا میں بیان کیا گیا وہ اسکے لیے مانع ہے۔

اب ان آیات کے ہوتے ہوئے کسی کا بل رفعہ اللہ الیہ کے فقرہ سے مسیح کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کرنا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے پھر بل رفعہ اللہ الیہ میں الیہ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے نہ آسمان۔ اگر مولوی ابراہیم صاحب مسیح کے رفع کے متعلق قرآن کریم سے لفظ سماء کا دکھا دیں تو میں اپنے معنوں کی غلطی تسلیم کر کے اُس سے توبہ کروں گا۔ پس اگر مولوی صاحب پسند کریں تو ساری بحث کو اسی فیصلہ پر رکھیں میں اسکے لیے تیار ہوں۔ پس رفع کا لفظ اس محل پر جسمانی رفع کے معنوں میں لینا سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں رفع سے مراد مسیح کی روحانی رفعت ہے جو قتل اور صلیب کے نتیجہ کی ضد میں بطور جواب کے پیش کی گئی جو تقرب الی اللہ کے معنوں میں ہے کیونکہ یہود کہتے تھے کہ مسیح مقتول اور مصلوب ہونے سے مفتری اور ملعون ثابت ہوا جس کے جواب میں بطور فیصلہ خدا تعالیٰ نے ہر دو کی نفی کر کے رفع کو انکی ضد میں بطور امر واقع اور اصل اور صحیح نتیجہ کے پیش کیا۔ اور جواب بھی انھیں معنوں میں درست اور مناسب معلوم ہوتا ہے نہ سوائے اسکے۔ اور یہی وہ رفع ہے جو قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں خدا تعالیٰ نے نبیوں اور مومنوں کے حق میں ذکر کیا۔ مثال کے طور پر دیکھو آیت یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم الخ اور ایسا ہی دعاء بین السجدتین میں وارفعنی کا لفظ موجود ہے جو روحانی رفع کے معنوں میں ہے نہ کہ جسمانی رفع کے معنوں میں کیا دعا کے وقت مسلمانوں کی اس سے یہ مراد

جلد ۱۶ اجنوری ۱۹۲۱ء

ہوتی ہے کہ اسکو ابھی آسمان پر مع جسد اُٹھالے۔ ہرگز نہیں۔ پھر علاوہ اسکے حدیث اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ میں باوجود لفظ رفع الی السماء کے موجود ہونے کے پھر بھی عبد متواضع کے بارہ میں یہ رفع جسمانی مراد نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے روحانی رفعت ہی مراد لی جاتی ہے ✤

اب ان ثبوتوں کے ہوتے مولوی ابراہیم صاحب کا مسیحؑ کی نسبت رفع کو جسمانی رفع کے معنوں میں لینا اور پھر اسپر زور دینا اہل علم اور عقلمند خوب سمجھتے ہیں کہ کہاں تک درست اور برمحل ہے ✤

باقی رہا مولوی صاحب کا حدیث یدفن معی فی قبری الخ سے مسیح کی حیات کے لیے استدلال کرنا اور مسیح کی قبر کو ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان ثابت کرنا یہ بھی صحیح نہیں اسلیے کہ الفاظ حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ حضرت مسیح کی قبر حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان ہوگی۔ اگر مولوی صاحب ایسے الفاظ دکھا دیں تو میں فیصلہ کے لیے اپنی بحث کو اسی پر بس کردوں گا۔ اور اگر مولوی صاحب ایسے الفاظ نہ دکھا سکیں تو پھر میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ مولوی صاحب مخلوق خدا کو دیدہ و دانستہ دھوکا نہ دیں اور لوگوں کو عمداً مغالطہ میں ڈالنے سے باز رہیں۔ پھر قبری کے معنے مولوی صاحب نے مقبرۂ آنحضرتؐ بیان کیے ہیں یعنی یہ کہ حضرت مسیح آنحضرت کی قبر میں نہیں بلکہ آنحضرت کے مقبرہ یعنی قبرستان میں دفن ہونگے سو اس لحاظ سے یہ بات حضرت مرزا صاحب پر ہی صادق آتی ہے اسطرح کہ آپ کا مقبرہ اسلامی مقبرہ ہونے کی حیثیت میں آنحضرت کا ہی مقبرہ ہے۔ اور اسکے سوائے یہ معنے مراد لینا کہ حضرت مسیح حضرت عائشہ کے حجرہ میں جہاں آنحضرت اور ابوبکر اور عمر کی تین قبریں ہیں وہاں دفن ہوں گے۔ درست نہیں اول اسلیے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر قریب الموت تھے تو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں جاکر میری طرف سے عرض کرو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے دو رفیقوں کی معیت میں دفن کیا جاؤں تب حضرت عائشہ

صدیقہؓ نے ان کے پیغام کو سنکر فرمایا لاؤثرنہ علی نفسی کہ میں ضرور ایثار کرونگی اور اپنے نفس پر عمرؓ کے نفس کو ترجیح دوں گی۔ چنانچہ اسکے بعد حضرت عمرؓ وہاں دفن ہوئے۔ اب جبکہ حضرت عمرؓ کے دفن ہونے سے پہلے ایک ہی قبر کی جگہ باقی تھی جو حضرت عائشہؓ نے اپنے نفس کے لیے رکھی ہوی تھی جس میں بوجہ ایثار حضرت عمرؓ کو دفن کرادیا اور اسکے سوا اب کوئی جگہ باقی ہی نہیں کہ کوی دفن ہوسکے تو پھر حضرت مسیح کہاں دفن ہوسکیں گے پس اصل بات یہ ہے کہ مولوی صاحب کا حضرت مسیح کے وہاں دفن ہونے کے لیے کوشش کرنا خلاف حدیث صحیح اور بے معنے ہے۔ دوم اسلیئے کہ حضرت مسیح کا وہاں دفن ہونا حضرت عائشہ کی رویاء کے خلاف ہے۔ تلخیص الصحاح جلد اول کتاب التعبیر میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے رویاء دیکھی کہ میرے حجرہ میں تین چاند گرے ہیں پھر آپ نے اپنے اس خواب کو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا۔ آپ خاموش رہے۔ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اور حجرہ میں دفن کیئے گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ عائشہ یہ تیرے تین چاندوں سے ایک چاند ہے اور سب سے بہتر چاند۔ اب اگر حضرت مسیح نے بھی وہاں دفن ہونا تھا تو بجائے تین کے چار چاند دکھائے جاتے نہ تین۔ علاوہ اسکے حدیث میں جبکہ حضرت مسیح کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اکیس برس رہ کر پھر فوت ہونگے تو انکا آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری کا مسئلہ خود بخود غلط ہوگیا (اس موقع پر مولوی ابراہیم نے کھڑے ہو کر سخت شور مچایا اور بہت بڑے زور و شور سے قسم کے ساتھ انکار کیا کہ ایسی کوئی حدیث ہی نہیں جس کے جواب میں مولوی راجیکی صاحب نے کہا کہ سارا فیصلہ اسی پر رہنے دیجیے۔ اگر وہ حدیث نکل آئی تو تم نے توبہ کرنا اگر نہ نکلی تو میں اپنی غلطی تسلیم کرلوں گا اسکے بعد مولوی ابراہیم کو کچھ ہوش آیا اور کہنے لگا ہاں حدیث تو ہے لیکن ضعیف ہے یہ کہکر پھر بیٹھ گیا۔) پس ان دلائل اور قرآن کے لحاظ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہیں نہ یہ کہ آسمان پر بجسدہ العنصری اٹھائے گئے اور ابتک وہاں [illegible] بیٹھے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے صریح خلاف ہے۔ امید ہے کہ [illegible]

جلد ۱۴ جنوری ۱۹۲۱ء

کرنیوالوں کے لیے اس قدر ثبوت کافی ہوں گے +

غیر احمدی مناظر کی جرح

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب جواب کے لیے کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل جو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے اس سے لفظ قبل جو ظرف ہے صفت قرار دیکر پیش کیا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ نحویوں کے نزدیک صفت موصوف سے پہلے نہیں آتی پس قبل کو الرسل کی صفت میں پیش کرنا غلط ہے دوسرے حضرت عائشہ کی رویاء میں حضرت مسیح کی نسبت چوتھے چاند کا نظر نہ آنا اسلیے نہ تھا کہ حضرت مسیح نے وہاں دفن نہ ہونا تھا بلکہ اسلیے کہ چونکہ حضرت مسیح نے حضرت عائشہ کی زندگی میں وہاں دفن نہ ہونا تھا اور نہ دوسرے تین بزرگوں کی طرح مسیح کو اپنی آنکھوں سے دفن ہوتے دیکھنا تھا اس وجہ سے انکو خواب میں بجائے چار کے تین ہی دکھائے گئے جیسا کہ تینوں کو حضرت عائشہ نے اپنی آنکھوں سے دفن ہوتے دیکھا لیکن مسیح کو چونکہ انھوں نے نہیں دیکھنا تھا اسلیے اُن کا دفن ہونا نہ دکھایا گیا جیسا کہ لفظ رویاء بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے +

جرح کا جواب احمدی مناظر کی زبان سے

(۲) اس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب اُٹھے اور بیان کیا کہ مولوی ابراہیم صاحب نے میرے سب دلائل کو جو میں نے وفات مسیح کے لیے بطور ثبوت کے پیش کیے نہیں توڑا اور نہ ہی وہ توڑ سکتے ہیں۔ میری جرح اسی طرح باقی اور بحال ہے ہاں جن دو باتوں کی نسبت انھوں نے کچھ بیان کیا ہے اسکے جواب کچھ عرض کیا جاتا ہے اول انھوں نے آیت وما محمد الا رسول الخ کے فقرہ من قبله کے متعلق اعتراض اٹھایا ہے کہ قبل کو اسجگہ صفت پیش کیا جاتا ہے جو غلط ہے اسلیے کہ صفت اپنے موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ اسکے میں دو جواب دوں گا اول یہ کہ قرآن کریم میں صفت موصوف سے مقدم بھی آئی ہے مثال کے طور پر میں سورۂ ابراہیم کے پہلے رکوع آیت الی صراط العزیز الحمید الله کو اور سورۂ والصافات سے آیت وتذرون احسن الخالقین الله کو پیش کرتا ہوں۔ دیکھو ان دونو

آیتوں میں العزیز الحمید اور احسن الخالقین جو صفت ہی مقدم ہے اور اللہ جو موصوف ہے وہ مؤخر۔ مولوی ابراہیم صاحب اس موقع پر جواب دیا کرتے ہیں کہ یہ صفت موصوف نہیں ہے بلکہ بدل اور مبدل منہ ہے سو یہ انکی اپنی اصطلاح ہے لیکن تعجب کہ اللہ العزیز الحمید اور اللہ احسن الخالقین کو تو موصوف اور صفت قرار دیتے ہیں اور جب یہی صفات پہلے آئیں تو پھر وہ انکو صفت و موصوف قرار دینے سے انکار کرتے ہیں اور اسکا نام بدل اور مبدل منہ رکھتے ہیں حالانکہ فرق صرف تقدیم و تاخیر کا ہے نہ کچھہ اور۔ پس چونکہ نحو کے قواعد زبان کے تابع اور اُسکے ماتحت ہوتے ہیں نہ یہ کہ زبان قواعد نحو کے ماتحت ہوتی ہے اسلیے ہم مولوی صاحب کی اپنی مصطلحات کی پابندی کے لیے مجبور نہیں اور نہ انکے لیے ہم قرآن اور زبان عرب کے لٹریچر میں اپنی طرف سے کچھہ تغیر کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مولوی ابراہیم صاحب کے قواعد نحو کی پابندی سے ہر جگہ موصوف کو مقدم اور صفت کو مؤخر بھی تسلیم کر لیں اور قبل جو ظرف ہے اس کو صفت بھی قرار دیں تو بھی ہمارا مدعا حاصل ہے اس طرح پر کہ قبل اصل میں الرسل سے مقدم نہیں کیونکہ الرسل جو فعل خلت کا فاعل ہے وہ بوجہ تقدیر کلام کے یوں ہے قد خلت الرسل من قبلہ۔ اسلیے کہ فاعل اپنے فعل کے تعلق کے لحاظ سے تقدیر میں خلت کے ساتھہ ہے جیساکہ تقدیر کلام کی مثال سے ظاہر ہے اب الرسل جو موصوف ہے قبل سے مقدم ہونے سے مولوی صاحب کے قاعدہ نحو کی مطابقت میں بھی ہو کر ہمارے مطلب کو حاصل کر گیا۔

باقی رہا مولوی صاحب کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی رویا پر اعتراض کرنا سو یہ اعتراض بھی غلط اور محض غلط ہے اس طرح پر کہ رویاء دیکھنے والے کے لیے یہ کہاں شرط ہے کہ جو وہ واقعات آئندہ کے متعلق خواب دیکھے وہ ضرور ہی اسکی آنکھوں کے سامنے ظہور میں آتے ہیں۔ کیا نبی کریمؐ کی وہ سب پیشگوئیاں جو قیامت تک ظہور میں آئیں گی وہ آنحضرت کی آنکھوں کے سامنے ظہور میں آنے والی ہیں۔ مثلاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور دجال کو دیکھا یا فرمایا کہ کسریٰ کے خزانہ کی چابیاں مجھے دی گئیں۔ پھر کیا حضورؐ نے ان کے ظہور کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جب ایسا نہیں تو کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب نے محض اپنی طرف سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے ایک بات گھڑلی۔ میں کہتا ہوں کہ جب واقعات میں ایسا ظہور میں آنا تھا کہ بقول مولوی صاحب حضرت مسیح بھی حجرہ میں ہی دفن ہونے تھے تو رویاء جو آئندہ واقعات کے متعلق پیشگوئی تھی اسکو رویاء دیکھنے والے کی ظاہری آنکھ سے دیکھنے کے ساتھ کیا تعلق۔ اسے تو واقعات کے ساتھ تعلق ہونا چاہیئے اور بصورت رویاء صادقہ وصالحہ واقعات کی مطابقت میں ہونا چاہیئے نہ خلاف اسکے۔ باقی رہا مولوی صاحب کا یہ قول کہ رویاء کا لفظ بھی اس پر دلالت کرتا ہے سو واضح رہے کہ قاموس میں لکھا ہے الرؤیة والرؤیاء والرأی المنظر بالعین والقلب یعنی آنکھ اور دل دونوں کے ساتھ دیکھنا۔ پھر لفظ رویاء کو عام طور پر عالم خواب کے ساتھ تعلق ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے جہاں اپنی رویت کا ذکر کیا ہے کہ میں نے تین چاند دیکھے وہاں ان چاندوں کا دیکھنا عالم خواب کے ہی متعلق ذکر کیا ہے جس سے مولوی صاحب اپنی خوش فہمی سے ظاہری آنکھ کا دیکھنا سمجھ رہے ہیں جو بداہت غلط ہے۔ اب میں مولوی صاحب کے اعتراضات کا جواب بھی دے چکا

غیر احمدی مناظر (۲۱) اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ انسان اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں جا سکتا یہ غلط ہے اسلیئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ شب معراج کو آسمان پر زندہ مع جسدہ العنصری تشریف لے گئے اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہے چنانچہ آیت ما زاغ البصر وما طغیٰ اسکے ثبوت کے لیے کافی ہے پس مولوی صاحب جن آیات سے صعود الی السماء بجسد عنصری کی نفی کرتے ہیں وہ عموم کا حکم

رکھتی ہیں نہ کل کا سو بعض افراد جو حکم خصوص کا رکھتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں پھر تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور کشاف میں بھی یہی لکھا ہے کہ مسیح بمع جسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے اور کشاف والا اگر معتزلی ہے لیکن ادب کے لحاظ سے وہ امام مانا گیا ہے ان تینوں نے حضرت مسیح کی نسبت آسمان پر جانا لکھا ہے ؛

مولوی صاحب وقت کے ختم ہونے سے پہلے ہی بیٹھ گئے جیسا کہ علی العموم انکا یہی طرز رہا

احمدی مناظر کا باطل کُش جواب

اسکے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکے کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ مولوی صاحب نے شب معراج کے متعلق جو آنحضرت کا آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری تشریف لے جانا بیان کیا ہے اسکے جواب کے لیے اول تو میں قرآن کریم سے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس پیش کرتا ہوں کہ شب معراج کا سیر روحانی تھا نہ جسمانی اور خواب اور کشف تھا نہ ظاہری اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا جیسا کہ اس آیت کے حاشیہ پر حضرت شاہ عبد القادر لکھتے ہیں کہ یہ رویا معراج کا دکھاوا تھا۔ دیکھو ترجمہ شاہ رفیع الدین اسکے علاوہ ماکذب الفؤاد ما رای سورۂ النجم کی آیت کو ملاحظہ کیجیے کہ جو کچھ آپ کے دل نے دیکھا وہ جھوٹ نہیں دیکھا چنانچہ مازاغ البصر وما طغیٰ بھی اسی فؤاد اور قلب کے مشاہدہ کے متعلق فرمایا گویا آخر کے فقرہ سے پہلے فقرہ کی تفسیر کردی ؛

پھر صحیح بخاری کی حدیث اسراء کے لفظ فاستیقظت کو ملاحظہ فرمائیے جہاں واقعۂ اسراء کے بعد اس لفظ نے اسراء کی حقیقت کھول دی کہ اسراء آپ کا ایک خواب اور کشف تھا جسکے بعد آپ بیدار ہو گئے پس لفظ استیقظت جو نوم اور غنودگی یا استغراق کو چاہتا ہے اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت کا سیر جو آپ کو شب معراج میں ہوا وہ اس جسم عنصری کے ساتھ بحالت بیداری نہ تھا بلکہ وہ ایک خواب اور کشف کی حالت کا مشاہدہ تھا پھر علاوہ اسکے حدیث اسراء میں یہ بھی لکھا ہے کہ اتیت بطست من ذھب ملئ ایمانا وحکمة یعنی آنحضرت

دیکھ فرمایا کہ میرے سامنے ایک سونیکا طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا طشت کس حالت پر دلالت کرتا ہے آیا ظاہری حالت پر یا روحانی حالت پر اور سیر جسمانی کے ساتھ اسکو مناسبت ہے یا روحانی حالت کے ساتھ۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرتؐ کا معراج جسمانی ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو کافروں کے او ترقیٰ والے اقتراحی مطالبہ کے جواب میں قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا کا ارشاد پیش کرنے کیلیے کیوں حکم دیتا۔ چاہیئے تھا کہ ایسے موقع پر جواب میں یوں کہا جاتا کہ دیکھو . اس سے پہلے میں شب معراج میں جسم سمیت آسمان پر چڑھا تھا۔ لیکن ایسا نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ جواب میں یوں کہو کہ میں بشر رسول ہوں کیا مطلب یعنی خدا کی سنت کے یہ خلاف ہے کہ کوئی رسول بشر ہو کر آسمان پر اپنے جسم سمیت چڑھے۔ اب جب آنحضرت کی بشریت باوجود آپ کے رسول ہونیکے آسمان پر جانے سے مانع ہے تو آپ سے کون افضل ہے کہ جو اسکی بشریت مانع نہ ہو۔ کیا حضرت مسیح آنحضرتؐ سے افضل ہیں کہ آنحضرت تو بوجہ بشریت آسمان پر جسم سمیت نہ جا سکیں اور حضرت مسیح جا سکیں۔ پس اس سے وہ استثنا بھی ٹوٹ گیا جو عموم کے بالمقابل بصورت خصوص پیدا کیا گیا تھا۔ اب جبکہ کوئی بھی نبی آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری نہیں گیا اور نہ کسی کا جانا ثابت ہے تو استثنا وکہاں رہا پس حق یہی ہے کہ حضرت مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ جیسا کہ قرآن اور احادیث کے نصوص صریحہ سے ثابت ہے وہ فوت ہو چکے۔ وہو المطلوب باقی رہا یہ کہ پہلے مفسروں نے یعنی رازی وغیرہ نے ایسا لکھا ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھائے گئے سو اگر ایسا لکھا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو گئے اور متوفی کو موت کے معنوں میں ذکر اور رفع کے متعلق رفع روحانی بھی تسلیم کیا ہے

دیکھو تفسیر امام رازی زیر تفسیر آیت فوق الذین کفروا الخ

(اس رفع پر مولوی ابراہیم نے کھڑے ہو کر زور سے انکار کیا کہ ایسا ہرگز نہیں لکھا یعنی رفع روحانی تب مولوی غلام رسول راجیکے نے زور سے باواز بلند کہا کہ چلو فیصلہ

اسی پر رہنے دو اگر یہ نکل آئے تو آپ نے توبہ کرنا اگر نہ نکلے تو میں اپنی غلطی مان لونگا یہ سنتے ہی مولوی ابراہیم چپ رہ گیا۔)

اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی بعد کی ٹرنوں میں پہلی ہی باتیں دُہرائیں اور آخری تقریر میں بھی پہلی ہی باتوں کو دُہرایا کوئی نئی بات نہ بیان کی جو قابل ذکر ہو۔

مولوی ابراہیم صاحب کی اس آخری تقریر کے بعد پہلے دن کا اجلاس مباحثہ ختم ہوا اور الحمد للہ بخیر و خوبی امن اور امام کے ساتھ ختم ہوا۔ اسکے بعد دوسرے دن کی مباحثہ کی کارروائی ملاحظہ فرمائیے ✠

دوسرا دن صداقت مسیح محمدی پر

۸ نومبر بروز پنجشنبہ یعنی دوسرے دن پھر بحث کے لیے احمدی اور غیر احمدی ہر دو فریق مسجد شاہی میں حاضر ہوئے آج لوگوں کی تعداد پہلے روز کی نسبت زیادہ تھی ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ اس روز مباحثہ حضرت مرزا صاحب کے صدق دعاوی کے متعلق تھا۔ اور مدعی کی حیثیت میں پہلی تقریر آدھ گھنٹہ کی مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے لیے قرار پائی چنانچہ مولوی صاحب راجیکی اُٹھے اور بیان کیا کہ صاحبان میں حضرت مرزا صاحب کے صدق دعوے کے ثبوت میں قرآن سے بطور معیار صداقت ان آیات کو پیش کرونگا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مدعی صادق اور کاذب کے درمیان فرق کرنیکے لیے مقرر ہیں۔ اور گو ایسی آیات بہت ہیں لیکن میں بوجہ قلت وقت بطور نمونہ چند ایک کا ذکر کروں گا امید ہے کہ آپ صاحبان غور اور توجہ سے سنیں گے آیات معیار صداقت کی پہلی آیت سورۃ انعام پ۷ کی ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اگر مدعی مفتری ہے تو وہ اظلم ہے اور اگر مکذب آیات مدعی حق پر نہیں تو وہ اظلم ہے۔ اب فیصلہ کی ضرورت ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ مدعی کاذب مفتری ہے یا مکذب آیات۔ اسکے جواب میں خداوند جل شانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ انہ لا یفلح الظالمون۔ یعنی دونوں سے جو بھی اظلم ظالم

ہوگا وہ فلاح اور کامیابی پائے گا۔ اس معیار کی رو سے ہم حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو پرکھتے ہیں کہ آیا آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا نہیں اور آپ کے مکذب آپ کی تکذیب میں حق پر ہیں یا نہیں۔ سو حضرت مرزا صاحب کا اپنے دعوی کے لحاظ سے یہ مقصد ہے کہ لوگ میرے دعوے کو قبول کر لیں اور مکذبین کا یہ مقصد ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو ان کے دعوے سے توبہ کرائیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں فریق سے اپنے اپنے مقصد میں کون کامیاب ہوا۔ سو واقعات کی بناء پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب نے جب شروع دعوی کیا تھا اس وقت تن تنہا اور صرف اکیلے تھے لیکن آج لاکھوں انسان ہیں کہ جو آپ کے دعاوی کو قبول کرنے والے اور آپ پر قربان ہونے والے ہیں۔ یہ مصدقین کی جماعت کون اور کہاں سے آئی سو ظاہر ہے یہ سب کے سب احمدی لوگ مکذبین کی جماعت سے ہی نکل کر حضرت مرزا صاحب کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک ایک کا ایمان لانا گویا حضرت مرزا صاحب کا ساری دنیا کی قوموں کو شکست دینے کے برابر ہے کیونکہ سب مخالف قومیں اور مخالف لوگ شب و روز اپنی مخالفانہ کوششوں سے لوگوں کو روکنے کے لیے سخت کوششوں میں لگے ہوئے تھے تو اس صورت میں حضرت مرزا صاحب کا انکی کوششوں کے ہوتے ہوئے کسی کو اپنی طرف کھینچنا اور مکذب ہونے کے بعد اپنا مصدق بنانا گویا آپکا ساری دنیا پر فتح پانے اور مخالفوں کو شکست دینے کے بعد ظہور میں آیا جس سے ظاہر ہے کہ اسطرح کی زبردست تحدی کے ساتھ دنیا کو اپنی طرف کھینچنا ایک نشان نہیں لاکھوں نشان ہیں اور ہر ایک انسان کا [illegible] آپ کی صداقت کا ایک الگ الگ نشان ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کی یہ عظیم الشان کامیابی بتاتی ہے کہ آپ اس معیار صداقت کی رو سے جو خدا تعالی کی طرف سے صادق اور کاذب مدعیوں کے پرکھنے کے لیے مقرر کیا گیا خدا کے فضل سے صادق اور اپنے دعاوی میں حق پر ہیں اور دوسری طرف مکذبین کا باوجود اپنی مخالفانہ کوششوں کے حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل ناکام رہنا بلکہ آپ کی طرف جانے والوں کے روکنے میں بھی ناکام رہنا معیار

پیش کردہ کی رو سے انکے ظلم اور ناحق پر ہونیکا ثبوت ہے۔ اب اس کھلے معیار صداقت کے امتیاز کے بعد دانشمند سمجھ سکتے ہیں کہ حق کس طرف ہے ✦

دوسری آیت۔ سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ سے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ یہ آیت بھی مدعی صادق اور کاذب کے درمیان فرق کرنے کے لیے کھلا معیار ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ سنت مستمرہ الٰہیہ یوں ہے کہ جب کبھی دنیا میں عذاب آیا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ان عذابوں کے ظہور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسیکو مامور کر کے بھیجا جاتا ہے جو رسالات الٰہیہ کو پہنچا کر انپر اتمام حجۃ کرتا ہے پھر اسکے بعد لوگوں کی مخالفتوں اور شرارتوں سے باز نہ آنے کی وجہ سے انپر فرد جرم لگ کر عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اب اس معیار کے ساتھ اسی سورۃ کی دوسری آیت کو ملاحظہ فرمائیے وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ ذَالِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا۔ یعنی کوئی بستی ایسی نہیں جو قیامت سے پہلے ہم اسے ہلاک نہ کر دیں یا اسے سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو لکھی گئی ہے اور جو ہو کر رہنے والی ہے۔ ان دونوں آیتوں کو ملا کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اور قیامت سے پہلے ایک عالمگیر ہلاکت اور عذاب ظہور میں آنیوالا ہے جس سے کوئی بھی بستی دنیا کی نہیں بچے گی اور دوسری طرف نزول عذاب کے لیے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ اس سے پہلے خدا کا کوئی رسول آئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد اور قیامت سے پہلے کوئی عذاب آنے والا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس عذاب سے پہلے رسول آئے اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد جس رسول کے آنے کی پیشگوئی ہے وہ مسیح موعود ہے۔ بس ثابت ہوا کہ دنیا کی عالمگیر تباہی جو ایسے سخت عذاب کی وجہ سے ہونیوالی ہے وہ مسیح موعود کے ظہور کے بعد ہوگی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف عذابوں کا ظہور ہے اور ہر طرح تباہیاں وقوع میں آ رہی ہیں چنانچہ اگر کہیں حضرت نوح کے وقت کے طوفان

کا نظارہ نظر آ رہا ہے تو کہیں حضرت صالحؑ اور لوطؑ کے وقت کے زلزلوں سے زمین زیر و زبر ہو رہی ہے اور مخلوق ہلاک ہو رہی ہے اور اسی طرح کہیں موسیٰ نبیؑ والے نشان بصورت قحط اور نقص ثمرات وغیرہ ظاہر ہو رہے ہیں تو کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا عذاب بصورت طاعون مخلوق کو تباہی میں ڈال رہا ہے۔ پھر اسی طرح آنحضرتؐ کے وقت کا عذاب جو جنگوں کی صورت میں کافروں پر اترا۔ آج اسطرح کا عذاب بھی جنگ یورپ وغیرہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ پھر علاوہ ان کے انفلوئنزا کی تباہی کہ جس کا حدیثوں میں بھی ذکر آیا ہے کچھ کم نہیں ہوئی۔ اب ایسے عذابوں کا ظہور کہ جو پہلے رسولوں کی صداقت کا نشان تسلیم کیا گیا۔ کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آج بلا کسی فرستادہ خدا کے ظہور کے یوں ہی پیدا ہو گیا ہرگز نہیں بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس زمانہ میں ان عذابوں کا ظہور ہے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ رسول خدا یعنی مسیح موعودؑ بھی مبعوث کیا گیا اور وہ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ ہیں اور اگر انکو بھی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر کوئی اور مدعی دکھانا چاہیے جس نے ان عذابوں کے ظہور سے پہلے دعویٰ کیا ہو اور جس نے حضرت مرزا صاحب کی طرح دعوے کے ساتھ ان عذابوں کے ظہور کے متعلق پیشگوئیاں بھی کی ہوں۔ اور اگر کوئی اور بھی نہ پایا جاوے اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو بھی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر یہ معیار صداقت کی تکذیب ہوگی۔ پس حق یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی اپنے دعوے میں سچے اور قابل تصدیق ہیں۔

تیسری آیت۔ فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول ہے جو سورہ جن اور پ ۲۹ میں ہے۔ اس آیت میں یہ معیار پیش کیا گیا ہے کہ اظہار علی الغیب یعنی کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کی خصوصیت صرف رسولوں سے ہی مختص ہے۔ سو اس معیار صداقت کے رو سے بھی ہم مرزا صاحب کو اپنے دعوے میں صادق پاتے ہیں۔ اسطرح کہ آپ نے خدا تعالیٰ سے ہزاروں امور

کے متعلق پیشگوئیاں کیں اور امور غیبیہ کے ظہور سے پہلے اطلاع دی اور جسطرح فرمایا اسی طرح ظہور میں آیا۔ چنانچہ بعض بعض نمونہ کے طور پر آپ کی مختلف کتابوں میں پایا جاتا ہے خصوصاً آپ کی کتاب تریاق القلوب۔ نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی میں ایک خاص تعداد میں پیشگوئیاں درج ہیں۔ آپ کی پیشگوئیاں ہر قسم اور ہر طرح کی ہیں

(۱) اپنے اہل وعیال کے متعلق بھی ہیں جیسے کہ آپ کی موجودہ بیوی صاحبہ جو خاندان سادات سے ہیں آپ کی پیشگوئی کے مطابق آپ کے نکاح میں آئیں اور کے متعلق آپ کا الہام اذکر نعمتی رأیت خدیجتی ہے۔ پھر آپ کی بچے جو اس سیدہ بیوی سے ہیں سب کے سب آپکی پیشگوئی کے مطابق متولد ہوئے۔

(۲) علاوہ اسکے ایسا ہی آپ کی پیشگوئیاں اپنے دوستوں کے متعلق بھی ہیں جیسے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے متعلق پیشگوئی کی کہ انکے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے بدن پر پھوڑے ہوں گے چنانچہ مولوی صاحب کے ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا۔ اور نواب محمد علی خان صاحب کے لڑکے عبد الرحیم خاں کے متعلق دعا بطور شفاعت کی اس حالت میں جبکہ ڈاکٹر اور طبیب اسکا علاج کرکے چھوڑ گئے اور پھر آپ کی شفاعت سے وہ لڑکا باوجود تقدیم مبرم کے زندہ اور سلامت رہا اور آج وہ تعلیم کے لیے ولایت میں ہے۔

(۳) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی دوسرے مذاہب کے لیڈروں کے متعلق تھیں کہ وہ ہلاک ہو جائیں گے جیسے کہ لیکھرام آریہ۔ ڈوئی امریکن۔ بشپ عیسائی۔ اور چراغ الدین جمونی وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی بعض پیشگوئیاں آپ کی اپنے مقدمات کی فتح اور کامیابی کے متعلق جیسے مارٹن کلارک اور کرم الدین بھیں والے کے مقدمہ میں آپنے قبل از وقت بتایا کہ میں بری ہو جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

(۴) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی حوادث کے متعلق تھیں جیسے کہ طاعون۔ زلازل قحط۔ جنگ یورپ۔ انفلوئنزا۔ وغیرہ وغیرہ جو اطراف عالم میں ظاہر ہو کر آپکی

ستمبر ۱۹۲۱ء
جلد ۱۶ نمبر ۲

صداقت پر گواہ ہوئے ؛

(۵) پھر بعض پیشگوئیاں آپ کی بعض ممالک اور شاہان زمانہ کے متعلق ہیں جیسے کہ شاہ ایران کی معزولی اور حوادث ایران کے متعلق پیشگوئی - سلطنت روم کے مغلوب ہو جانے اور پھر غالب ہونے کے بعد پھر مغلوب ہو جانے کے متعلق پیشگوئی پھر جاپان کے متعلق اسکے مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت کے متعلق پیشگوئی - جنگ یورپ اور زار روس کی تباہی اور حالت زار کے متعلق پیشگوئی - جو اپنے اپنے طور پر بلا کم و کاست ظہور میں آئیں اور آپ کی صداقت کی گواہ ٹھہریں - اور یہ چند پیشگوئیاں بطور نمونہ کے پیش کی گئیں جو پیشکردہ معیار صداقت کی رو سے اس امر کو ثابت کرنیکے لیے کافی ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق اور حق پر ہیں ؛

پیشگوئیوں کی دو قسمیں

اب اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وعدہ کے رنگ میں دوسری وعید کے رنگ میں - وعید کی پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں - جیسا کہ آیت وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم - اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اگر مدعی نبوۃ اپنے دعوے میں کاذب ہے تو اس کے کذب کا وبال ضرور اسپر پڑکر رہے گا اور اگر یہ صادق ہے تو پھر جن عذابوں اور تباہیوں کے متعلق یہ وعید پیش کرتا ہے ضرور ہے کہ ان سے بعض وعید ظہور میں آئیں اور انکا اثر تم تک پہنچے - ایسا ہی دوسری جگہ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک سے ظاہر ہے - پھر وعدہ کی پیشگوئیاں بھی دو قسم کی ہیں ایک محکمات کی صورت میں اور دوسری متشابہات کے رنگ میں جیسے کہ آیت ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات سے ظاہر ہے - اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ نشان دو قسم کے ہیں ایک محکمات کہلاتے ہیں جو بطور اصل کے ہیں اور دوسرے

متشابہات۔ پس سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ کی وہ پیشگوئیاں جو محکمات کے طرز پر تھیں وہ جسطرح بتایا گیا اسی طرح وقوع میں آئیں۔
چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے تتمہ کے صفحہ ۱۳۷ پر اپنی پیشگوئیوں اور اپنے نشانوں کے متعلق جو معترضوں نے اعتراض کیے ہیں اسطرح تحریر فرمایا ہے۔ "لیکن عام فائدہ کے لیے میں اسجگہ بیان کرتا ہوں کہ ان مخالفوں کے اعتراض میرے نشانوں کے بارہ میں تین قسم سے باہر نہیں (۱) اول محض افترا اور تہمتیں ہیں۔۔۔۔ پس اسکا جواب بجز اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین (۲) دوسرے یہ کہ کسی شخص کی نسبت واقعی طور پر ایک پیشگوئی تو ہے مگر وہ پیشگوئی وعید اور عذاب کے رنگ میں تھی اور اپنی شرط کے موافق پوری ہو گئی یا کسی وقت اس کا ظہور ہو جائے گا (۳) یہ کہ محض ایک اجتہادی امر ہے اور اسکو خدا کا کلام قرار دیکر پھر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی تھی جو پوری نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ کوئی نبی ان کی زبان سے بچ نہیں سکتا۔ یہانتک ہی سنایا تھا کہ صدر جلسہ نے کہا کہ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے اسکے بعد مولوی ابراہیم صاحب اُٹھے اور بیان کیا +

مولوی ابراہیم صاحب کا اعتراض: مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت کو ثابت کرنیکے لیے مولوی غلام رسول صاحب نے جو آیات بطور معیار پیش کی ہیں وہ ہرگز معیار نہیں ہو سکتیں اسلیے کہ پہلی آیت میں انہ لا یفلح الظالمون فرمایا گیا ہے اور لفظ فلاح جو لغات میں ہے وہ آخرت اور روز قیامت کے متعلق ہے نہ دنیا کے متعلق اور نہ ہی کسی مدعی کے دعوے کے پرکھنے کے لیے۔ دیکھو آیت قد افلح المؤمنون الخ

دوسری آیت ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا ہے اس سے بھی مرزا صاحب کے دعوے کی صداقت ثابت نہیں ہوتی اسلیئے کہ یہ عذاب جو اس زمانہ میں ہیں یہ آنحضرت کی نافرمانی کی وجہ سے ہیں نہ مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے اسلیے کہ قیامت تک آنحضرت ہی رسول اور نبی ہیں۔ پھر طاعون کا عذاب اورنگ زیب کے وقت میں بھی آیا۔

اور ایسا ہی دوسرے وقتوں میں بھی۔ تیسری آیت فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول سے بھی مرزا صاحب اپنے دعوے میں صادق نہیں ٹھہرتے اسلیے کہ جو معیار نبیوں کی صداقت پرکھنے کے لیے سورہ انبیاء میں بیان کیا گیا ہے ثم صدقنٰہم الوعد یعنی یہ کہ ہم نبیوں سے جو بھی وعدہ کرتے ہیں وہ سچا کرتے ہیں اور پورا کرتے ہیں اسکی رو سے مرزا صاحب سچے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ جن پیشگوئیوں کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ وعدے ہیں وہ پورے نہیں ہوئے اور جھوٹے نکلے جیسے کہ محمدی بیگم کے نکاح والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق پیشگوئی کہ اسکے مقابل پر میری عمر بڑھادی گئی ہے۔ جھوٹی نکلی۔ مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء کی پیشگوئی والا لڑکا جو بشیر اول تھا اور جسکی تعریف میں بہت سے الہامات شائع کیے گئے کہ وہ نور ہوگا اور مصلح موعود ہوگا۔ وہ سولہ ماہ تک زندہ رہ کر چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔ اور جو کام الہامات میں اسکے متعلق بیان کیے گئے وہ کرنے سے پہلے ہی وہ لڑکا فوت ہوگیا۔ اور اس طرح سے وہ پیشگوئی غلط نکلی حالانکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے دیکھو سورہ ابراہیم فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہٖ رسلہ یعنی یہ کہ تو خدا کے متعلق یہ گمان بھی اور خیال میں بھی نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا کہ ان اللہ لا یخلف المیعاد یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کے سب وعدے پورے ہوتے ہیں اسلیے یہ ایجاب کلی ہے جسکی نقیض سلب جزئی ہے جس سے مرزا صاحب اپنی ان پیشگوئیوں کی رو سے جو پوری نہیں ہوئیں اور جھوٹی نکلیں اپنے دعوے میں سچے ثابت نہیں ہوتے۔ پھر مرزا صاحب نے حج نہیں کیا اور آنحضرت کے مقبرہ میں جس کا نقشہ بورڈ پر دکھایا جاتا ہے دفن نہیں کیے گئے نقشہ یہ ہے

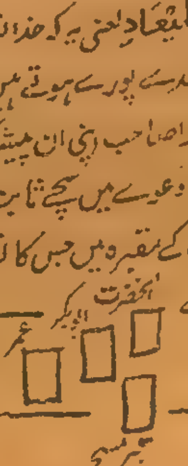

نوٹ اسکے بعد مولوی ابراہیم نے منتخب آیتیں

تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

مولوی ابراہیم صاحب نے میرے پہلے پیشکردہ معیار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں فلاح کا لفظ ہے جو آخرت کے متعلق ہے نہ دنیا کے متعلق سو یہ غلط ہے اسلیے کہ یہ آخرت کے علاوہ دنیا کے متعلق بھی ہے اور مدعی نبوۃ کی مقابلہ کامیابی کے متعلق بھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور ساحروں کے واقعہ کے متعلق سورہ طٰہٰ میں قد خاب من افتریٰ ۔ اور قد افلح الیوم من استعلیٰ ۔ اور انہ لا یفلح الساحر حیث اتیٰ کے فقرات موجود ہیں۔

(۲) پھر میرے دوسرے معیار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے عذاب مرزا صاحب کی وجہ سے نہیں بلکہ آنحضرت کی نافرمانی کی وجہ سے ہیں۔ اسکے جواب میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۲ } الفاظ میں حضرت مرزا صاحب کی اُن تحریروں کو جو محمدی بیگم کی پیشگوئی کے متعلق شائع فرمائیں اور جنہیں بہت سا حصہ آپ کی اجتہادی عبارتوں کا تھا لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور بار بار اپنی بعد کی ٹرنوں میں یہی مطالبہ کیا کہ مولوی غلام رسول صاحب ہمیں محمدی بیگم کا نکاح ثابت کر کے دکھائیں ۔ ایسا ہی عبدالحکیم کے بالمقابل عمر کے بڑھنے کا ثبوت دیں۔ اور پھر حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۱۳۲ سے ذیل کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ " اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے " اور اس پر عجیب طرح تمسخر اُڑایا کہ جب نکاح پڑھا گیا تو اب فسخ نکاح کس طرح ہوا۔ آیا نامرد ہونے کے باعث یا ارتداد کی وجہ سے یا ظلم کے سبب سے ۔ پھر آخری تقریر میں لوگوں کو پنجابی یہ شعر پڑھ کر سنائے سو ثناء اللہ ہے مرد خدا دا + عبدالحکیم تے فضل الٰہی + محمدی بیگم نہیں دیا ہی + تنے ل کے کرن پکار • مرزا مویا منگل وار + یہ شعر سنکر جہلاء اور سفلہ لوگوں نے خوب قہقہا لگایا اور اسکے بعد اس قدر شور مچایا کہ بعد میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو سکھا کر انکا ہر روز ورد بنا دیا چنانچہ کئی دن تک انکا یہ مشغلہ رہا چونکہ مولوی ابراہیم اپنے بعد کے پرچوں میں بار بار یہی تمسخر اُڑاتا رہا اسلئے اُس کی ان تقریروں کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ البتہ انکے اعتراضات چیدہ چیدہ کر کے

[illegible]

یہ عرض ہے کہ دونو باتیں صحیح ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود آئے تو اُسے ضرور مان لینا سو آنحضرتؐ کی یہ نافرمانی جو حضرت مرزا صاحب کے انکار کو مستلزم ہے حضرت مرزا صاحب کے انکار کے منافی نہیں۔ سو اس لحاظ سے حقیقۃ یہ بحال رہی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مسیح موعود کے وقت آپ کے انکار سے عذاب آئیں گے اور قرآن و احادیث دونو میں یہ ثبوت موجود ہے اسلیے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ عذاب حضرت مرزا صاحب کے نشانوں سے نشان ہیں۔

پھر میرے تیسرے پیش کردہ معیار پر اعتراض کرنا کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیاں جو خدا تعالیٰ کے وعدے تھے وہ پورے نہیں ہوئے اسکے متعلق میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وعید کی پیشگوئیاں ٹل بھی جاتی ہیں اور وعدہ کی پیشگوئیاں محکمات اور متشابہات دونوں رنگ کی ہوتی ہیں۔ محکمات ایمان کا فائدہ دیتی ہیں اور متشابہات کے ذریعہ سے امتحان ہوتا ہے۔ پھر متشابہات محکمات کی معیت میں ایمان بالغیب کی حیثیت کو قائم رکھتی ہیں۔ باقی رہا مولوی صاحب کا معیار کے لیے آیت ثم صدقناهم الوعد اور آیت فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله کو پیش کرنا سو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں سچا ہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کے متعلق یہ بھی تو فرماتا ہے کہ وعد الله لا یخلف الله وعده ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی یہ تو سچ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے یعنی وہ باوجود اسکے کہ وعدہ خدا کے علم کے موافق پورا بھی ہو جاتا ہے پھر بھی اکثر لوگ اسکے پورا ہونے کو نہیں سمجھتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ان کا اعتراض محض لاعلمی کی بنا پر ہوتا ہے۔

پھر حضرت مرزا صاحب کی ہزاروں پیشگوئیوں اور لاکھوں نشانوں سے اگر مولوی ابراہیم صاحب کے نزدیک اور ایسا ہی ہمارے دوسرے مخالفین کے نزدیک بھی چار یا پنج پیشگوئیاں قابل اعتراض ہیں جو بار بار پیش کیجاتی ہیں

تو میں کہتا ہوں پھر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے رو سے اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت میں کیا فرق آیا۔ اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ آپ کی ہزاروں پیش گوئیوں سے چار پانچ یا اس سے بھی زیادہ پیشگوئیاں جیسے کہ ہمارے مخالفین کا مطالبہ ہے ظہور میں نہیں آئیں تو بتاؤ قرآن اور احادیث صحیحہ کے رو سے ان پر کیا اعتراض پیدا ہوگا۔ کیا قرآن کریم میں یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہٗ ام الکتاب نہیں لکھا کہ بعض نشان مٹائے جاتے ہیں اور بعض ثابت رکھے جاتے ہیں۔ اور ام الکتاب یعنی وہ نشانات جو محکمات کی صورت میں ہیں ان کا علم خدا کے پاس ہی ہے اور وہی جانتا ہے کہ محکمات اور متشابہات سے بحال رہنے سے محکمات کونسی ثابت ہونگی۔ پھر آیت وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ واتممناھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ بھی قابل غور ہے کہ باوجود وعدہ کے پھر وعدہ کے موافق میقات کو تیس راتوں میں پورا نہیں کیا۔ بلکہ دس راتیں اور زیادہ کرکے اس وعدہ کو چالیس راتوں میں پورا کیا۔ کیا مولوی صاحب کا ایجاب کلی اور سلب جزئی ایسی آیات کی موجودگی میں درست تسلیم ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ وعدوں کا ایفاء خدا تعالیٰ کے علم کے موافق تسلیم کریں +

اب میں محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو عورتوں کی کچھ کمی نہ تھی اگر آپ چاہتے تو ہزاروں عورتیں آپ سے نکاح کے لیے آپ کے مریدوں سے تیار تھیں۔ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق جو تحریک تھی یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ پیشگوئی کے دو حصے تھے ایک یہ کہ اگر احمد بیگ ہوشیارپوری اپنی لڑکی کا نکاح کر دے تو اُسے برکت ملیگی اگر نہ کردے تو بجائے برکت کے نحوست اور مصیبت اور جہاں نکاح کردے روز نکاح سے احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائے گا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ احمد بیگ نے نکاح کر دیا۔ جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق روز نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ روز نکاح سے چار ماہ تک فوت نہیں ہو گیا۔ اگر فوت

ہو گیا اور پیشگوئی کے مطابق فوت ہو گیا تو مخالفین کیوں اسکا ذکر نہیں کرتے کیا اس نشان کو چھپانا انصاف کا خون نہیں۔ باقی رہا پیشگوئی کا دوسرا حصہ احمد بیگ کا داماد کیوں نہیں مرا اور اسکے مرنے سے پھر محمدی بیگم کیوں نکاح میں نہیں آئی۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ الہام ایتہا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک. میں شرط توبہ پیش کر کے بتا دیا کہ توبہ اور رجوع سے فائدہ اٹھا کر داماد احمد بیگ اس وعید سے جو اسکے متعلق پیش کیا گیا ٹل سکتا ہے۔ اب دوسری طرف احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے اقارب اور رشتہ داروں نے اپنے اندر جو تبدیلی کی اور تضرع اور تذلل کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی خدمت اقدس میں خطوط لکھے اور ایسا ہی داماد احمد بیگ کے اس خط سے کہ جسکا تشحیذ الاذہان میں عکس بھی شائع ہو چکا ہے ظاہر ہے کہ ان میں وہ شوخی اور گستاخی جو عذاب کو چاہتی ہے دوسری حالت سے بدل گئی اور اس سے وعید کے ٹل جانے کے ساتھ وعدہ نکاح بھی جو مشروط بوقوع وعید تھا ٹل گیا۔ اب بات تو بالکل صاف اور سیدھی ہے کہ واقعات الہامی الفاظ کے مطابق ظہور میں آکر الہام کے مصدق ہو گئی نہ مکذب۔ باقی رہا حضرت مرزا صاحب کا بوجہ اس ایمان کے جو آپ کو وحی اور الہام الٰہی پر تھا اپنے اجتہاد کے مطابق کچھ لکھنا اور کہنا سو وہ آپکی اجتہادات میں داخل ہے نہ الہامات میں اور اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاتی ہے جیسے کہ بعض نبیوں سے بھی سرزد ہوئی مثال کے طور پر حضرت نوح کو لو کہ جنہوں نے اجتہادی غلطی کی بناء پر بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ کر رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق الفاظ بول دیئے۔ اور ایک طرف خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ میں تیرے اہل کو بھی کشتی کے ذریعہ بچاؤں گا مد نظر رکھ کر دوسری طرف اپنے بیٹے کا غرق ہونا خلاف وعدہ سمجھ کر ان وعدک الحق کے فقرہ سے خدا تعالیٰ کے حضور وعدہ پیش کیا

جس کے جواب میں انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح فرما کر نوح کو اسکی اجتہادی غلطی پر متنبہ کر دیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت اور دوسرے نبیوں میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ان سے اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔

باقی رہا عبدالحکیم کے بالمقابل عمر کے بڑھنے کا الہام۔ سو وہ الہام ڈاکٹر مرتد کو جھوٹا ثابت کرنے کی غرض سے تھا اس طرح پر کہ جب پہلے ڈاکٹر نے حضرت مرزا صاحب کی موت کے لیے تین سال کی پیشگوئی کی اور پھر اسے چودہ ماہ والی پیشگوئی سے منسوخ کر دیا تو اب اگر ڈاکٹر مذکور اس پیشگوئی پر قائم رہتا تو خدا تعالیٰ ضرور ہی ڈاکٹر کی اس پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب کی عمر کو اس چودہ ماہ کی میعاد سے بڑھا کر جھوٹا ثابت کرتا لیکن جب اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کو خود ہی اپنی تیسری پیشگوئی سے جو اس نے "۴ر اگست کو" والی مقررہ تاریخ سے شائع کی منسوخ کر دیا تو اب اس صورت میں اس ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کے بالمقابل عمر کا بڑھا دینا اسکے جھوٹا ثابت ہونے کے لیے مفید نہ ہو سکتا تھا۔ اسلیے کہ اس نے ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کی جگہ تیسری پیشگوئی کو خود ہی قائم کر کے ۱۴ ماہ والی پیشگوئی کو منسوخ کر دیا۔ اور بالآخر اس کی ۴ر اگست والی پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے ۲۶ مئی کی تاریخ میں وفات پانے سے جھوٹی نکلی۔ اور حضرت مرزا صاحب کا الہام جو ڈاکٹر کے متعلق تھا اسکے یہ الفاظ کہ "رب فرق بین صادق وکاذب" صاف بتا رہے ہیں کہ صدق اور کذب کی پرکھ کے لحاظ سے پیشگوئی تھی جو اپنے نتیجہ سے صاف طور پر ظہور میں آگئی کہ حضرت مرزا صاحب اپنی وحی کی رو سے جو رسالہ الوصیت میں شائع ہوئی فوت ہوئے نہ ڈاکٹر کی کسی پیشگوئی کی زد کے نیچے۔ پھر علاوہ اسکے برکات سماویہ اور تائیدات الٰہیہ اور ترقی سلسلہ کے لحاظ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ثابت ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی جماعت اگر وفات کے موقعہ پر چار لاکھ کے قریب تھی تو آج نو دس لاکھ کے قریب ہے لیکن مرتد ڈاکٹر باوجود یکہ لہے بھی مرسل من اللہ

ہونے کا دعویٰ تھا حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل کیسی ذلت اور ناکامی اور نامرادی کے ساتھ رہا اور زندہ رہا تو ذلت اور ناکامی میں اور مرا تو بھی ذلت اور ناکام ہی مرا۔

باقی رہی حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی جو اپنے مصلح موعود بیٹے کے متعلق تھی سو اسکے متعلق حضرت صاحب کا سبز اشتہار پڑھ لیں کہ حضور نے وہاں کھلے الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ مصلح موعود حضرت میاں صاحب جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں جو آج خدا کے فضل سے حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی ہی ہیں۔

رہ گیا حج کے متعلق اعتراض سو اول تو مسیح موعود کے حج کے معنوں کو سمجھنے کے لیے کتاب مجمع بحار الانوار کو ملاحظہ فرمائیے۔ جہاں لغت طواف میں لکھا ہے کہ مسیح موعود اور دجال کے طواف کعبہ کے یہ معنے ہیں کہ دجال اسلام میں رخنہ ڈالنے کے لیے اسکے گرد چکر لگائے گا اور مسیح موعود اسلام کی حفاظت کے لیے اسکے گرد چکر لگائے گا جیسے مکانوں کے گرد چور اور چوکیدار دونو کا چکر اپنی اپنی غرض کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے قرآن کریم میں حج کے لیے استطاعت کی شرط کو پیش کیا ہے اور استطاعت میں زاد راہ۔ امن راہ اور صحت بدن داخل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو امن راہ حاصل نہ تھا۔ بلکہ پنجاب کے بعض سفروں سے ظاہر ہے کہ مخالفین نے باوجود انگریزوں کی پُر امن حکومت کے آپ کے لیے امرتسر، دہلی اور سیالکوٹ میں اینٹوں اور پتھروں کے پھینکنے سے ان شہروں کے سفر کو مشکل کر دیا تو مکہ اور مدینہ میں آپ کا جانا کیسا مشکل ہوتا خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ آپ کے لیے خود مکہ سے فتوے کفر اور قتل کے منگائے گئے۔ حالانکہ امن راہ وہ شرط ہے کہ جس کے نہ ہونے سے آنحضرت صلح حدیبیہ کر کے بلا عمرہ کرنے کے واپس تشریف لے آئے۔ علاوہ اسکے حضرت مرزا صاحب کی طرف سے آپکی

وفات کے بعد حج کرایا بھی گیا کیا ان صورتوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی آپکے حج کے متعلق اعتراض کیا جا سکتا ہے +

اور آنحضرت کے مقبرہ میں دفن ہونا سو اسکے جواب میں کل مفصل طور پر عرض کر دیا گیا۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت کی برزخی قبر میں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ مومن کی قبر کے متعلق لکھا ہے القبر روضة من رياض الجنة اور جنت کے متعلق قرآن میں عرضها السموات والارض لکھا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت نے ایک طرف موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور دوسری طرف شب معراج کو حضرت موسیٰ سے آسمان پر باتیں کیں پس حضرت مرزا صاحب آنحضرت کی ایسی قبر میں بیشک آپکی معیت میں ہیں۔ پھر قبر بمعنے مقبرہ کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کی قبر آنحضرت کے مقبرہ کے باہر نہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا مقبرہ اسلامی مقبرہ ہونے کی حیثیت میں آنحضرت کا ہی مقبرہ ہے +

ہاں آپ کا نقشہ سو خدا آپ کا بھلا کرے کہ نقشہ بنا کر دکھا دیا اب ناظرین اس نقشہ سے آپ کے مغالطہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ قول کہ مسیح حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کے درمیان دفن کیے جائیں گے کہاں تک درست ہے کہاں حضرت ابوبکر اور عمر کی قبر کا درمیان اور کہاں قبر مسیح کا نقشہ جو درمیان سے بالکل الگ پڑا ہے۔ سو خوب ہوا کہ آپ نے نقشہ دکھا کر حاضرین کو اپنی مغالطہ دہی پر مطلع کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک +

اور یہ اعتراض کہ جب نکاح آسمان پر پڑھا گیا تو پھر فسخ کیونکر ہو گیا۔ اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ لفظ زوجنا کہا جو نکاح کی پیشگوئی کے متعلق میں ہے وہ آئندہ کے متعلق پیش گوئی ہے اور آسمان پر نکاح پڑھے جانے کے بھی یہی معنے ہیں کہ آسمانی حکومت کی طرف سے توبی توبی کی شرطی الہام کے ساتھ نکاح کی پیشگوئی کی گئی جو شرط کے مطابق ظہور میں آگئی اور ریب ایفاء

ملہ باب تحفۃ اقامہ ترمذی

شرطت وعید ٹل گیا تو وعدہ جو مشروط بوقوع وعید تھا وہ بھی بحکم اذا فات الشرط فات المشروط ٹل گیا اور وعید کا ٹلنا قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ یونس علیہ السلام کی قوم سے ٹل گیا +

نوٹ - مدعی کی حیثیت میں آخری تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی تھی لیکن جب آپ نے جواب دینا شروع کیا اور [illegible] کا ثبوت دے ہی رہے تھے کہ لوگ مولوی ابراہیم کے ایما سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شور و غوغا شروع کر دیا اور بعد دعا جلسہ کو منتشر کر دینے کے لیئے توجہ دلائی گئی اسلیے مجبوراً احمدی [illegible] مع مولوی صاحب مسجد سے اپنے مکان پر آ گئے۔ اور بحمد اللہ حقیقی کامیابی اور خوشدلی کے ساتھ واپس آئے۔ ہمارے لیے یہ جلسہ بحث کئی وجوہ سے مفید ثابت ہوا +

(۱) اول اسلیے کہ چنیوٹ میں جیسا کہ اس موقعہ پر دو دن آرام کے ساتھ ہزار سے بھی زیادہ مجمع میں ہماری تبلیغ کھلے طور پر ہوئی۔ قبل ازیں اسکے لیے کبھی ایسا موقع نہیں ملا تھا۔ چنانچہ اس تبلیغ سے گھر گھر میں حضرت مسیح موعود کے تذکرے ہو رہے ہیں +

(۲) دوم اسلیئے کہ مسجد شاہی جو چنیوٹ کی مساجد سے خاص مسجد ہے اس موقع پر ہمیں ایسی مسجد میں بھی جانے اور وہاں تقریر کرنے کے لیے موقع ملا جو ایک احمدی کے لیے یہ پہلا موقع تھا +

(۳) سوم سلسلہ کی تائید میں بحث کے وقت اپنے مولوی صاحب کی تقریر سے ایسی ایسی صداقتیں سنیں جو ہمارے ایمان کے ازدیاد کا باعث ہوئیں +

(۴) چہارم قرآن و حدیث کے ایسے ایسے علمی دلائل اور نکات سنے جن سے ہمارے علم میں ترقی ہوئی +

(۵) پنجم ہمارے غلبہ اور غالب رہنے کی شہادتیں علاوہ اپنی تمام جماعت کی متفقہ شہادت کے غیر احمدی معززین نے دیں۔ چنانچہ ایک صاحب

جو معزز عہدہ پر ہیں اور اچھے تعلیم یافتہ بھی ہیں وہ ہمارا پتا پوچھتے پوچھتے بعد مباحثہ کے ہمارے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ میں دونوں دن کے مباحثہ میں موجود تھا پھر انھوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا۔ کہ گو میں احمدی نہیں اور نہ میں احمدیوں کا ہم خیال ہوں۔ لیکن میں سچی گواہی کو چھپا نہیں سکتا اور خدا کو حاضر و ناظر جانکر گواہی دیتا ہوں کہ قرآن و حدیث اور علمی دلائل یہ احمدیوں کی طرف سے پیش کیے گئے اور دوسری طرف مقابلہ میں مداریوں اور شعبدہ بازوں کی سی چالاکیاں تھیں اور صرف چالاکی کی باتیں تھیں۔ پھر انھیں صاحب نے کہا کہ میں آپ کے پاس آنے سے پہلے ہی اپنے ایک دوست کو جو سید والہ میں ہے خط لکھ آیا ہوں اور اس میں اسی تمھاری بحث کا تذکرہ بھی لکھ آیا ہوں۔ میں نے اس میں اُسے یہ لکھا ہے کہ چنیوٹ میں مولوی غلام رسول صاحب راجیکے احمدی اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا مباحثہ ہے! اور میں عین بحث کے وقت وہاں موجود تھا۔ جہاں تک میری سمجھ اور عقل ہے مجھے دونوں مناظروں کے درمیان جو فرق نظر آیا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب احمدی روپیہ سے پندرہ آنے اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی روپیہ سے ایک آنہ ہیں گو اور بھی شہادتیں ہیں لیکن یہ ایک ہی شہادت جو ایک معزز شخص اور پھر غیر احمدی کی طرف سے ہے ہمارے لیے اس قدر مفید ہے کہ اگر مولوی ابراہیم کی طرف کے سارے آدمی بھی اسکے حق میں اسکے مفید مطلب شہادت دیں تو پھر بھی اس اکیلے کی شہادۃ کے سامنے ان سبکی شہادۃ ہیچ محض ہے۔ اسلیے کہ مولوی ابراہیم کی شہادت احمدیوں کی طرف سے ہوگی جو اسکے ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہیں اور ہمارے حق میں اس شخص کی شہادۃ ہے جو ہمارا ہم عقیدہ اور ہم مذہب نہیں اور نا ہی واقف اور آشنا۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء

(۶) پھر ہماری تقریر کے سُننے سے پہلے ہی انکا گریز کی راہ لینا یہ بھی خدا کے فضل سے ہمارے غلبہ اور انکی کمزوری اور شکست کی دلیل ہے +

مرسلہ خاکسار محمد حسین کلکتہ والہ حال وارد چنیوٹ +